

ششویں مہینہ القرآن، ۱/۴، جنوری۔ جون ۱۹۹۷ء

مقدمہ فتح الرحمن بترجمہ القرآن

تجزیاتی مطالعہ کا

ضیاء الدین اصلاحی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ہندوستان کے ان علمائے کبار میں ہیں جن کے علمی و دینی، فکری و تحقیقی اور اصلاحی و تجدیدی کارناموں کا غنفلہ پوری دنیا میں بچا ہوا ہے، مولانا شبلی رقم طراز ہیں:

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل

شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل دریاغ

پیدا ہوگا، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں کہ اسلام

کا نفس واپس تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ بنجیوں کے

اگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"

تفسیر، حدیث، فقہ، کلام اور علم اسرار الدین میں ان کی اولیت اور انفرادیت کے بطورے

گوناگوں ہیں، ہر علم و فن میں ان کا انداز نظر واضح طور پر اپنے زمانہ سے جدا ہے، ان کی ذہانت،

عبقریت اور مجتہدانہ ذوق نے ہر روش اور ہر حق میں نئے نئے مسائل بولے پیدا کیے ہیں اور علم و ہنر کا

ایک تازہ جہاں آباد کیا ہے۔

شاہ صاحب کے گوناگوں کارناموں میں سب سے نمایاں اور ممتاز کارنامہ قرآن مجید

اور اس کے علوم و معارف کی ترویج و اشاعت ہے، انہوں نے اپنے عہد کی خیر و نیکو زبان فارسی

میں قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کا لازوال کارنامہ انجام دیا ہے جس کی بدولت ہندوستان

میں قرآن فہمی کا عام چرچا ہوا اور اردو اور دوسری زبانوں میں بھی قرآن مجید اور احادیث نبوی کے

مقدّمہ الخ الرحمن ...

شاہ صاحب نے قرآن مجید کا جو ترجمہ کیا تھا اس کا ایک دیا چہ بھی تحریر کیا تھا جو ان کے مطبوعہ قرآن کے ساتھ چھپ گیا ہے اس میں متعدد اہم مسائل اور ترجمہ قرآن کے متعلق اصولی باتیں تیز خود اپنے ترجمہ قرآن کے متعلق مفید چیزیں قلم بند کی ہیں۔ ذیل میں اس کا مفصل جائزہ لینے کے بعد العوذ الکبیر اور فتح البخیر کا بھی اجمالی تعارف کرایا جائے گا اور آخر میں ان کے ترجمہ کا مکمل بھی زیر بحث آئے گا۔

مقدمہ کی ابتداء ایک تہید سے ہوتی ہے اس میں خدا کی حمد و ثنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے مرح و منقبت کی ہے۔ شاہ صاحب نے اس میں کئی اہم اور لائق توجہ باتیں ارشاد فرمائی ہیں مثلاً ۱۔ قرآن مجید کو خدائے تعالیٰ نے اپنی رافت تامہ کی بنا پر اپنے بندوں پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ خدا کی مرضی اور ناراضگی سے واقف ہوں، انفس کے مکاید اعمال قبیحہ اور اخلاق رذیلہ کی تارکیوں سے چھٹکارا حاصل کریں اور حظیرۃ القدس کی راہ پائیں۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سعادت دارین سے مطلع فرمایا اور دونوں جہاں کی مصلحتیں بوجہ اتم ہم پر واضح کیں، نہ آپ کے بیان سے واضح ترک کوئی بیان ہے اور نہ آپ کی رحمت سے بڑھ کر کوئی رحمت ہے۔

۳۔ نیک بخت ترین وہ ہے جو آپ کی اتباع کرے اور بد بخت ترین وہ ہے جو آپ کی پیروی سے منحرف ہو جائے۔

دینی کتابوں کی تصنیف کا مقصد مسلمانوں کی خیر خواہی ہے:

مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی خیر خواہی کے نتیجہ میں علمائے دین اور اکابر اہل یقین نے ہر زمان و مکان میں تفسیر، حدیث، عقائد فقہ اور سلوک میں بے شمار کتابیں لکھیں بعض نے اپنی تصنیفات میں اطباء سے اور بعض نے اخفاء سے کام لیا، کچھ لوگوں نے عربی زبان میں علم و فن کے موتی بکھیرے اور کچھ نے عجمی زبان میں کتابیں لکھیں۔

موجودہ زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا مسلمانوں کی ضرورت ہی کا اقتضا ہے :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جس زمانہ اور جس ملک میں رہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی ضرورت ہی کا اقتضا ہے کہ قرآن عظیم کا ترجمہ فارسی زبان میں ایسا سلیس اور روزمرہ کے مطابق کیا جائے جو تکلف و تصنع اور عبارت آرائی سے پاک ہو اور اس میں قصویٰ، حکایات اور مختلف النوع تزیینات سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے تاکہ عوام و خواص اسے یکساں طور پر سمجھ لیں اور چھوٹے بڑے سب ہی اس کا ادراک کر لیں۔ اسی لیے اس اہم اور نازک کام کا داعیہ فیر کے دل میں پیدا ہوا۔

شاہ صاحب کا یہ بیان اگر اس روشنی میں پڑھا جائے تو اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہو گا کہ ان کے زمانہ میں قرآن مجید کی طرف سے بے لوث بھی بہت بڑھی ہوئی تھی، لوگ فقہ و موعلا اور کلام و عقائد کی لا حاصل اور پیچیدہ بحثوں میں الجھے ہوئے تھے، اس زمانہ کی علمی و تعلیمی زبان فارسی میں جمع ترجمے ہوئے بھی تھے وہ ادلاً تو مفقود تھے نانیاسلیس، روزمرہ اور عمارہ کے مطابق نہ تھے۔

شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کی سرگزشت :

وہ اپنے ترجمہ قرآن کی تالیف کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”میں نے پہلے غور و غوض سے چند ترجموں کو دیکھا تاکہ ان میں سے جو ترجمہ میرے مفروضہ معیار اور موجودہ دور کے مذاق کے مطابق ہو اس کی ترویج کی فکر و کوشش کی جائے، مگر بعض ترجموں میں تطویل و اطباب تھا اور بعض میں غلط انداز تفسیر و اختصار تھا، کوئی بھی اس معیار کا نہ تھا جو مطلوب تھا اس لیے میں ترجمہ کی تالیف کا عزم مصمم کر لیا اور بقرہ و آل عمران کا ترجمہ تیار کر لیا لیکن اس کے بعد حرمین کے سحر پر روانہ ہو گیا جس کی وجہ سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا، چند برس بعد ایک عزیز نے مجھ سے سبقاً سبقاً ترجمہ پڑھنا شروع کیا، اس تقریب سے پھر ترجمہ کی تحریک پیدا ہوئی چنانچہ طے ہوا کہ ان کو جس قدر قرآن کا ترجمہ پڑھاؤں گا اس کے بعد ترجمہ لکھتا بھی جاؤں گا، اس طرح ابھی ایک تہائی قرآن مجید کا ترجمہ ہوا تو گا کردہ عزیز سفر میں چلے گئے، اور ترجمہ کا کام پھر ترک گیا۔ ایک مدت کے بعد پھر ایک تقریب پیدا ہو گئی اس کی وجہ سے وہ زمانہ خالی ہو کر آیا اور وہ تلف نہ ہو سکا، ترجمہ مکمل ہو گیا، اسی اثنا میں بعض

مقدمہ فتح الرحمن...

دوسروں نے مشورہ دیا کہ مسودہ کا بیفہ تیار کر لیا جائے اور ترجمہ کے ساتھ ہی آیات قرآنی کا متن بھی ضبط تحریر میں لایا جائے تاکہ ایک مستقل نسخہ تیار ہو جائے۔

انہی سعادت مند دوست نے عید الاضحیٰ ۱۳۵۰ھ سے تبیض شروع کی اور جس قدر مسودہ تیار ہو چکا تھا اسے جب وہ صاف کر چکے تو پھر حرکت پیدا ہوئی اور اخیر تک کا مسودہ مکمل ہو گیا۔ اس طرح شبان کے اوائل میں ترجمہ کی تالیف سے فراغت ہوئی اور اسی سال اوائل رمضان ۱۳۵۰ھ میں اس کی تبیض کا کام بھی پورا ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۳۵۲ھ میں برادر دینی عزیز القدر خواجہ محمد امین اکرم اللہ تعالیٰ بشہودہ کے اہتمام سے اس کتاب کی ترویج ہوئی اور اس کا درس شروع ہوا اور اس کے متعدد نسخے تیار ہو گئے۔ اور اہل عصر بھی اس کی جانب متغیت ہو گئے۔

واللہ الحمد کہ اُن نقش کہ خاطر ی بست آمد آخزل پس بردہ تقدیر پدید

مقدمہ کی اہمیت :

شاہ صاحب کے نزدیک خود بھی اس مقدمہ کی بڑی اہمیت تھی اس لیے وہ ترجمہ قرآن کے مطالعہ سے قبل مقدمہ کا مطالعہ ضروری قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ میں خصوصاً اور فن ترجمہ میں عموماً علی وجہ البہتر غور و غوض اسی پر موقوف ہے۔

شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کی نوعیت :

یہ کتاب فن ترجمہ قرآن کی ہے جس میں خود قواعد کی رعایت کرتے ہوئے عربی مضامین و مطالب کو فارسی عبارت میں ادا کیا گیا ہے۔ مفہوم کو مقدم رکھا گیا ہے، محذوف کو ظاہر کیا گیا ہے، الفاظ کی ترتیب میں قرآن کے متن کی پابندی کی گئی ہے، سوائے ان جگہوں کے جہاں دلوں زبانوں کے فرق و اختلاف کی وجہ سے ترتیب کا لحاظ کرنے میں رکاوٹ اور مفہوم میں تعقید لازم آتی ہو۔ اسبذل کے بیان اور مشکلات کی توضیح پر بقدر ضرورت توجہ دینا ضروری سمجھا گیا ہے۔

ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے لیے شاہ صاحب کی ہدایتیں اور مشورے :

قرآن مجید © rasailojaraid.com زبان بے تکلف سمجھئے

کی استعداد پیدا ہو جائے تو اس ترجمہ کو شروع کرنا چاہیے خصوصاً سب سبھیوں اور پیشہ ور لوگوں کے بچوں کے سن شہور پہنچنے کے ساتھ ہی اس کی تعلیم دینی چاہیے کیونکہ ان سے اس کی امید نہیں کہ وہ علوم کی مکمل تحصیل کریں گے تا کہ ان کے دلوں میں پہلی چیز جو جاگزیں ہو وہ کتاب اللہ کے معانی و مطالب ہوں اس سے ان کی فطری سلامتی باقی رہے گی اور وہ ملاحدہ کی باتوں کے دلداد نہ ہوں گے جو پاکباز صوفیہ کے خط و خال کو داغدار کرتے ہیں، خام عقلیت پسندوں اور غیر مسلموں کی پست اور بے ہودہ باتوں سے محفوظ رہیں گے اور ان کے افکار و باطل خیالات کی آلودگیوں سے ان کا قلب لوث نہ ہوگا اور نصف عمر گزرنے کے بعد انہیں توبہ کی توفیق میسر آئے گی۔ اس کتاب کو اگر لوگ یاد کر لیں گے تو انہیں قرآن کی تلاوت میں لطف ملے گا اور مہر مسلمانوں کو بھی اس سے نفع متوقع ہے۔

بچوں اور مبتدیوں کے لیے اس کا فائدہ ظاہر ہے مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا زیادہ وقت فکر معاش میں گزرتا ہے، ان لوگوں کو چاہیے کہ فرصت کے وقت میں حلقہ بنا کر بیٹھیں اور جس شخص کو فارسی عبارت پڑھنے اور سمجھنے کی استعداد ہو اور اسے تھوڑا بہت فنی تفسیر کا ذوق ہو یا جس عزیز کی نظر سے یہ ترجمہ گزر چکا ہو، وہ وقت کی گنجائش کے لحاظ سے ایک دو سورہ کا ترجمہ صفائی و دروفا اور ترتیل کے ساتھ سمجھ کر پڑھے تا کہ سب لوگ اسے سن کر اس کے مفہوم سے مستفید ہو سکیں۔

حلقہ بنا کر بیٹھنا صحابہ کرام کی مشابہت اختیار کرنا ہے، صحابہ اسی طریقہ سے دائروں اور حلقوں میں بیٹھتے تھے اور ایک آدمی قرأت کرتا تھا فرق صرف اتنا ہے کہ صحابہ کرام عربی زبان سمجھنے کی مکمل صلاحیت رکھتے تھے اور یہ جماعت فارسی ترجمہ کے واسطے سے اس کو سمجھے گی۔

جس طرح مفتوی مولانا جلال الدین رومی، انگلستان شیخ سعدی، منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار، قصص فارابی، نفحات مولانا عبدالرحمان جامی اور اسی طرح کی دوسری کتابوں کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے لوگ مجلسوں میں بیٹھتے ہیں اسی طرح اس ترجمہ کو پڑھنے کے لیے بیٹھیں تا کہ ان کا دل اس کا ادراک کر لے۔ اگر وہ اولیاء اللہ کے کلام سے اشتغال تھا تو یہ کلام اللہ سے اشتغال ہے، اگر وہ حکماء کے مواظبت تھے تو یہ احکم الحاکمین کے مواظبت ہیں اگر وہ عزم و جدت کے مکتوبات تھے تو یہ رب العزت کے مکتوبات ہیں اور دونوں کے مرتبوں میں کس قدر عظیم الشان فرق ہے۔

اگر انصاف سے دیکھو تو قرآن کا نزول مواظبت و بہت ہی کے لیے ہوا ہے۔ اس کے الفاظ

فی نفسہ معصود نہیں ہیں گوان کو پڑھنا بھی غنیمت ہے لیکن غور کرو اس شخص کے حصہ میں کیا مسلمانی آئے گی جو قرآنِ مجید کے معانی و مطالب کو نہ سمجھے اور اس شخص کو بھلا کیسے حلاوت مل سکتی ہے جو کہ کلام اللہ کے معنوں ہی سے ناواقف ہو۔

البتہ جن لوگوں کو عربی زبان پر عبور ہے اور انہوں نے اساتذہ سے کتب تفسیر پڑھی ہیں انہیں اس ترجمہ کی احتیاج نہیں ہے مگر اللہ کے فضل سے امید ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی اس کے مطالعہ سے فائدہ ہوگا۔ ان کے سامنے قرآن کا مفہوم روشن اور واضح صورت میں آئے گا اور وہ نحو کے مختارات، غریب الفاظ کی شرح اور دوسری باتوں سے مطلع ہوں گے اور انہیں بہت سے ایسے نئے اور تازہ فوائد حاصل ہوں گے جن کو اس کے مطالعہ سے پہلے انہوں نے سنا ہوگا اور نہ دیکھا ہوگا۔

یہ ترجمہ چونکہ جمہور خلوق کو پیش نظر رکھ کر ان کی شفقت اور ان کے فائدہ کے لیے لکھا گیا ہے اور یہ لوگ اعراب کے مختلف وجوہ کلام کی مکمل توجیہات اور قصوں کے استیعاب و بیروہ کے متعل نہیں ہوتے اس لیے ان بحثوں سے تعرض نہیں کیا گیا ہے، رہے وہ لوگ جو علومِ الہیہ کے واقف کار ہیں تو ان کو اس کے مطالعہ سے ان علوم میں نعمت کا داعیہ ہوگا اور وہ مدۃ العمران میں مصروف رہیں گے، یہ میرا مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں نے تھوڑا بہت علم تفسیر سیکھا ہے ان کے لیے یہ مولوی علم و واقعیت علمِ الہیہ میں مکمل دستگاہ کے بعد بھی مود و معادن ہوتی ہے اور اگر علومِ الہیہ میں وہ دستگاہ نہ بھی حاصل کر سکے تب بھی گو ہر معصود ان کے ہاتھ لگے گا اور وہ بالکل ہی خسارہ میں نہیں رہیں گے۔

ترجمہ میں کن باتوں کی رعایت کی گئی ہے :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں تحریر کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ ہر آیت کو جدا لکھ کر اس کا ترجمہ اسی کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے اور ترجمہ میں مشہور اور رائج زبان اور روزمرہ و محاورہ کا خیال رکھا گیا ہے اور متن کے اصل الفاظ سے جو بات زیادہ ہے اگر وہ دو ہی ایک کلمے کی حد تک ہے تو یعنی یا اسی طرح کے کسی اور لفظ سے اس کو متمیز کر دیا گیا ہے اور اگر کلام تام کا اضافہ کیا گیا ہے تو اس کے شروع میں مترجم گوید اور آخر میں واللہ اعلم کے لفظ سے اسے نشان زد کر دیا گیا ہے۔

جہاں تک ممکن ہو اسے قرآنی قصوں کے بارے میں ایک دو فقرے لکھ دینے پر اکتفا

کیا گیا ہے اسباب نزول کے متعلق طویل قصوں کا اسی قدر حاصل نہیں کیا گیا ہے جو آیات کے سابق سابق کے لحاظ سے ضروری تھا، جن باتوں کا تعلق نقل سے تھا ان کے سلسلہ میں اس کتاب میں محدثین کی صحیح تر تفسیروں سے مدد لی گئی ہے جیسے بخاری، ترمذی اور حاکم کی تفسیریں اور جدا مکان ضعیف و موضوع حدیثوں سے احتراز کیا گیا ہے، علمائے اہل کتاب سے جو اسلی فنی منقول ہیں ان کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نہیں ہیں، سوائے ان جگہوں کے جہاں معنی و مفہوم کی وضاحت قصوں کو نقل کیے بغیر نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ انضر وراثت تبیح المحظورات ترجمہ کے بعض امتیازات :

شاہ صاحب نے دوسرے ترجموں کے مقابلہ میں اپنے ترجمہ کے امتیازات حسب ذیل بتائے ہیں:

- ۱۔ قرآنی مفہوم کے بقدر ترجمہ میں فارسی کے الفاظ لائے گئے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی مراد و منشا کی وضاحت و لطافت تعبیر کا بھی خیال رکھا گیا ہے، دوسرے ترجموں میں ترجمہ کی عبارت میں جو اطناب، رکاکت، اغلاق اور تنقید پائی جاتی ہے، بقدر امکان ان سے احتراز کیا گیا ہے۔
- ۲۔ دوسرے ترجموں میں یا تو متعلق قرآن قصوں کو مطلقاً نظر انداز کر دیا گیا ہے یا ان پر طویل اور مفصل بحث کی گئی ہے مگر اس ترجمہ میں درمیانی راستہ اختیار کیا گیا ہے، جس جگہ آیت کا مفہوم قصہ پر موقوف نہیں ہے، اسے ترک کر دیا گیا اور جہاں اس پر منحصر ہے بقدر ضرورت دو تین منتخب الفاظ و کلمات میں ان کی توضیح کر دی گئی ہے۔

۳۔ مختلف اور بکثرت توجیہات میں سے صرف اس توجیہ کو لے لیا گیا ہے جو عربیت کے لحاظ سے زیادہ قوی اور علم حدیث و فقہ کی رو سے زیادہ صحیح معلوم ہوئی ہے اس سے بہت کم ہی انحراف کیا گیا ہے۔

۴۔ اس ترجمہ میں ایسا پہلا اختیار کیا گیا ہے کہ نحو سے واقفیت رکھنے والے اعراب قرآن کے وجہ، محذوف، ضمیر کے مرجع اور ان لفظوں کے عمل کو جان لیں جو عبارت میں مقدم و موخر ہو گئے ہیں، لیکن جو لوگ فن نحو سے واقف نہیں ہیں وہ بھی اصل غرض سے محروم نہیں رہیں گے۔

۵۔ قدیم ترجمے دو حالتوں سے خالی نہیں ہیں یا تو وہ تحت اللفظ میں یا حاصل المعنی اور ان دونوں

مقدمہ فتح الرحمن...

۴۳

صور توں کی وجہ سے بہت سے غلط راہ پا گئے ہیں مگر یہ ترجمان دونوں طریقوں کا جامع ہے اور اس میں قدیم ترجموں کے غلط انداز پہلوؤں کو دور کر دیا گیا ہے۔

وجہ اعراب :

شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ اس ترجمہ سے وجہ اعراب کا علم ہوتا ہے، اس کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تفصیل طلب بحث ہے جس کو اختصار کے ساتھ تین، ساٹھ تین، صغوں میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے میں کیا کیا زکاتیں ہوتی ہیں، اس سلسلہ میں فعل، فاعل، مفعول، مفعول مطلق، مفعول لہ، مفعول مع حال، تکریر، حرف ربط و عطف، صلہ، موصول اور تقدیم و تاخیر وغیرہ کے استعمال پر گفتگو کر کے دونوں زبانوں میں مثالیں دی ہیں اور دونوں کے نقطہ اتحاد و اختلاف کو واضح کیا ہے۔

اس مقدمہ سے جو اور باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں :

- ۱۔ شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ کی بنیاد تفسیر وجیز (واحدی) اور جلالین پر رکھی ہے۔
- ۲۔ اپنے ترجمہ قرآن کا نام فتح الرحمن بترجمہ القرآن بتایا ہے۔
- ۳۔ ترجمہ کے اس حصہ کا نام انہوں نے مقدمہ رکھا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح عام مصنفین اصل کتاب سے پہلے اپنے کچھ مقاصد بیان کرنے کے لیے مقدمہ لکھتے ہیں، اسی طرح یہ مقدمہ بھی چند مقاصد پر مشتمل ہے۔
- ۴۔ مقدمہ کے علاوہ انہوں نے ترجمہ کے اصول و قوانین پر بھی ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام اس مقدمہ میں انہوں نے قواعد ترجمہ بتایا ہے۔

کاتبوں کو وصیت :

پہلے آج کل کی طرح طباعت کی سہولت دستی اس لیے مصنفین کتابوں کے بکثرت نسخے نقل کرا لیتے تھے، شاہ صاحب نے بھی اس کا اہتمام فرمایا تھا اس مقدمہ میں ترجمہ کے سلسلہ میں انہوں نے اس کے

”قرآن کی عبارت کو جلی حرفوں میں لکھیں، اس پر اعراب دیں اور اسے سرخ روشنی سے لکھیں تاکہ وہ ترجمہ سے ممتاز اور متمایز رہے اور اس کی احتیاط کریں کہ ترجمہ کے الفاظ سے کسی طرح کی کوئی تحریف راہ نہ پائے، اشتباہ کے موقع پر کلام تام کو سرخ نقطہ دیں تاکہ وہ مابعد سے جدا اور نمایاں رہے اور ترکیب اضافی و توصیفی میں مضاف و موصوف پر بھی زیر کا نشان دے دیں تاکہ مبتدیوں کے لیے یہ چیزیں روشن اور واضح رہیں۔“

اگر ترجمہ میں مبتدیوں کی استعداد کے لحاظ سے مشکل لفظ و مفہوم آگیا ہو تو سعادت مند لوگ اس کے معنی و مطلب کو کتاب کے حاشیہ پر تحریر کر دیں تاکہ کسی شخص کو بھی دشواری نہ ہو۔

سند قرأت :

آخر میں شاہ صاحب نے ازاوّل تا آخر قرأت قرآن کی اپنی سند دی ہے جو بروایت حصّہ ہے جس کے بعد ہی یہ رسالہ تمام ہو جاتا ہے مگر تمت کے بعد اسی سطر میں تو خود اور اس کا ترجمہ پہلے پھر بسطہ اور اس کا ترجمہ دیا ہے۔ تو خود کا ترجمہ ”می پناہم بخدا از شیطان رانده شده“ اور بسطہ کا ترجمہ یہ ہے ”می آغازم بنائے خدائے بخشاینده مہربان۔ مگر اصل ترجمہ میں سورتوں کے شروع میں جہاں بسم اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے ترجمہ میں ”می آغازم نہیں ہے۔ اس میں قابل غور رخص کا ترجمہ بخشاینده ہے۔“

ضمیمہ :

شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کا مکملہ ذیل بھی لکھا تھا، یہ بھی بڑا اہم اور مفید ہے جس کے متعلق شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ اس میں وہ حواشی درج ہیں جو ترجمہ کے نسخہ کے مسودہ کے حاشیہ پر تحریر کیے گئے ہیں، ان کی نوعیت حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ جس کو جبہ پر ترجمہ کیا گیا ہے اس کی اس میں بعض جگہ وضاحت و تبیین کی گئی ہے۔
- ۲۔ بعض حواشی جو اس کے نسخہ کے حاشیہ پر لکھی گئی ہیں، غوث کو واضح کیا گیا ہے۔

۳۔ بعض میں شاہ صاحب کے تفروقات و مرجحات کا ذکر ہے۔

حسب اتفاق و موقع یہ حواشی کہیں تو عربی زبان میں تھے اور کہیں فارسی زبان میں جب اس ترجمہ کی تبیین ہو گئی تو بہتر معلوم ہوا کہ اس نسخہ کے ذیل میں اسے لکھ دیا جائے تاکہ ترجمہ کا مطالعہ کرنے والے اس سے بھی مستفید ہو سکیں۔

شاہ صاحب کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اس فصل کی حیثیت اصل ترجمہ کے ذیل اور ضمیمہ کی ہے، مگر مطبوعہ ترجمہ قرآن میں شائع نہیں ہوا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ان کی حیثیت تفسیری نوٹ کی ہے جو غالباً غیر مطبوعہ ہیں، ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اكْتُبُوا عَلَيْكُمُ الْقِصَاصَ (بقرہ: ۱۷۸) کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔
 ”مارک میں ہے کہ قصاص مساوات کی تعبیر کے لیے آیا ہے، جمہور مفسرین نے قتل سے مقتولین اور قاتلین دونوں کو مراد لیا ہے۔ ان لوگوں نے تغلیب کا لحاظ کیا ہے، آیت کا مدلول قاتل و مقتول میں برابری کا اعتبار ہے، اس صورت میں ان کے نزدیک آیت کو منسوخ ہونا چاہیے اس لیے کہ تمام مذاہب میں انشی بالانشی پر عمل نہیں ہے کیونکہ انشی کے مقابلہ میں ذکر بھی ہو سکتا ہے اسی طرح الحرب الحرب بھی مسمول بہ نہیں ہے کیونکہ ح کے مقابلہ میں عبد بھی ہو سکتا ہے، اس بنا پر بندہ ضعیف اس کی یہ توجیہ کرتا ہے کہ قتل سے مراد محض مقتول ہے اور قصاص سے مساوات مراد ہے یعنی ہر مقتول کا حکم دوسرے مقتول کے حکم کے ساتھ برابر ہے الحرب الحرب واللعبد والعبد والابن والابن جالانشی کا اضافہ اسی لیے فرمایا کہ مراد مساوات ہر صنف کے فرد کا حکم ہے یا دوسرے فرد کا حکم اسی صنف کے ساتھ ہے۔

فدية طعام مسكين (بقرہ: ۱۸۳) کے متعلق رقم طراز ہیں۔

فقیر اس آیت سے سمجھتا ہے کہ یہاں صدقہ فطر مراد ہے، مفہوم یہ ہو گا کہ عیسیٰ علی الذین یطیقون طعام مسکین طعام مسکین مع اہل یعنی جو لوگ مسکین کے طعام کی طاقت رکھتے ہوں ان پر مسکین کا طعام مع اہل و عیال واجب ہے۔ یہاں اضمار قبل الذکر ہے۔ اس کی مزید توضیح الفوز الکبیر کے دوسرے باب ناسخ و منسوخ کے سلسلہ میں اس طرح کی ہے۔

”کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، فتح الرحمن، مشکوٰۃ الشیخ، ص ۱۸۳، اس میں بھی کہا گیا ہے کہ آیت

حکم ہے اداس میں کوئی صنف نہیں ہے، میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ طعام کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ ہے جس سے مراد طعام مسکین ہے، یہاں عنقریب الزکوة آئی ہے کیونکہ وہ رتباً مقدم ہے اور ضمیمہ اس لیے لائے ہیں کہ فدیہ سے مراد طعام ہے جس سے مراد ایک مسکین کو کھانا کھانا ہے، اللہ نے روزے کے حکم کے بعد اس آیت میں صدقہ فطر کا حکم دیا ہے جس طرح اس کے بعد دوسری آیت میں عید کی تکبیرات کا تذکرہ ہے۔

یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلِیِّ (بقرہ: ۸۹) کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

میرے نزدیک ہذا الاشہر سے مراد اشہر حج ہیں ہلال کو مطلق لانے کو جو یہ ہے کہ ہلال مہینہ کے اول کو بھی کہتے ہیں اور آخر کو بھی یہ اسی طرح کا اطلاق ہے جس طرح کا توفیق کاسنہ پر اور جمعہ کا اسبوع (ہفتہ) پر ہوتا ہے، یہی مفہوم لینے پر جواب بغیر تکلف کے سوال پر منطبق ہو جاتا ہے۔

اہلہ کا یہی مفہوم دور حاضر کے مشہور مصنف مولانا ابن اسحاق نے بھی لیا ہے فرماتے ہیں:

"اہل ہلال کی جمع ہے، ہلال شروع ماہ کے چاند کو کہتے ہیں اور اس سے مراد مہینہ بھی ہوتا ہے۔ خاص طور پر جمع کی صورت میں تو اس کا استعمال مہینوں ہی کے لیے معروف ہے اہل پر الف لام اس بات کی دلیل ہے کہ سوال کچھ مخصوص مہینوں سے متعلق ہے اور سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال اشہر حج اور ان کے احکام و آداب سے متعلق تھا چنانچہ آگے کی آیات میں اس سوال کے جو جواب دیئے ہیں وہ تمام ترجیح اور اشہر حج ہی سے متعلق ہیں۔"

آگے اس کو بہت مدلل طور سے ثابت کیا ہے

یَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ (بقرہ ۲۱۵ و ۲۱۹) یہ دو جگہ آیا ہے، پہلی جگہ انفاق کی نوع کے بارے میں سوال ہے، انفاق میں بھی مصارف کے متنوع ہونے کے لحاظ سے نزوع ہوتا ہے چنانچہ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مَا انْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرِ ظُلُمُوا لِدِیْنِ الْغَنِیِّ جس کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کیے جانے والے مال کے لیے مناسب ہے کہ وہ ان اصناف کے لیے ہو اور دوسری جگہ سوال یہ ہے کہ وہ کس مال

مقدمہ فوج الرحمن ...

کو خرچ کریں کیا اسے جوان کی ضرورت کے لیے ہے یا اسے جوان کی ضرورت سے زیادہ ہو چنانچہ جواب دیا گیا کہ عفو یعنی مجاحات ضروریہ سے زائد ہوں، اس مفہوم کو بیان کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم تلاش و تفحص سے کام لو تو تفسیروں میں اس آیت کی اس سے بہتر توجیہ نہیں پاؤ گے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ (نقرہ: ۲۳۲) کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

مفسرین کا مشہور قول یہ ہے کہ طلق میں خطاب ازدواج سے ہے اور فلا تعضلوھن میں اولیا سے خطاب ہے، یہ مفہوم موقل بن یسار کی ایک حدیث سے ماخوذ ہے مگر بندہ ضعیف کا بھانپنا اس طرف ہے کہ دونوں جگہ خطاب شوہروں سے ہے، موقل بن یسار نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ بطریق منطوق کے بجائے بطریق مفہوم ہے۔

والوالدات یرضعن کے متعلق لکھتے ہیں:

اس سے بندہ ضعیف نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ آیت مطلقہ وغیر مطلقہ والدات کے لیے عام ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت وَاِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِنَّا النِّسِيَّاتِ الْخَاتِمَةَ (۱۰۱) کی توجیہ اس طرح کی ہے:

”وَإِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِنَّا (مِنَّا) اَدْمًا مِّلِّيْتًا (الذی اخذہ لاجل النبیین)، یہ توجیہ ان کے نزدیک سب سے عمدہ اور تکلف سے خالی ہے، جس طرح اللہ نے بنی آدم سے توحید و عبادت کا ميثاق لیا تھا جیسا کہ فرمایا (الست بربکم قالوا بلی)، اسی طرح ان سے یہ دوسرا ميثاق نبیوں کی تقدیر کے لیے لیا تھا، اس قصہ کی بنیاد اللہ کے اس ارشاد و فلاح یا تین کہ مٹی ہدیٰ مٹی تبع ہدیٰ فلاح خوف علیہم ولا یحزنون پر ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ (نساء: ۱۰۱) کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ ”ابن عمر کے اثر اور آیتوں کے سیاق کے مطابق صحیح صورت یہ ہے کہ اس سے صلوة الخ مراد ہے اور قصر کا مفہوم رکوع و سجود کو اشارہ سے ادا کرنا ہے، سفر کی قید القافی ہے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے وَاِذَا كُنْتَ فَهِمًا مِّنْ صَلَواتِ الْوَحْدَانِ (نساء: ۱۰۱) کو لکھنا صحیح ہوگا۔

حواشی

۱۔ علامہ شبلی نعمانی، علم الکلام، کراچی، ۱۹۶۲ء، ص ۸۷

۲۔ خواجہ محمد امین کا اصل وطن کشمیر تھا لیکن انھوں نے دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کو اپنے شیخ سے ایسا گہرا تعلق تھا کہ ولی اللہی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ یہ شاہ ولی اللہ کے ان چار بڑے خلفاء میں تھے جن سے ان کی تعلیمات کی اشاعت ہوئی۔ شاہ صاحب نے خاص طور پر ان کے لیے بعض رسائل بھی تالیف کیے۔ ان کی دفات کے بعد ان کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز نے خواجہ محمد امین سے علوم کی تکمیل کی۔ ان کا انتقال ۱۱۸۷ھ یا اس کے قریب ہوا۔

۳۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تہ قرآن، دارالاشاعت اسلامیہ، لاہور، طبع اول، جلد اول، ص ۲۷

علامہ حمید الدین فراہی - حیات و افکار

(مقالات فراہی سمینار)

مولانا فراہی سمینار (منعقدہ ۸-۱۰ مئی ۱۹۹۲ء مدرسۃ الإصلاح، سکولے میں) میں پیش کیے گئے

مقالات کا اگلی ان تدریس مجموعہ، جس میں:

- مولانا فراہی کی حیات و علمی خدمات کے مختلف گوشے زیر بحث آئے ہیں۔
- اصول تفسیر، ناخذ تفسیر، نظم قرآن، اقسام قرآن اور قرآنی علوم کے دیگر پہلوؤں پر ان کی تحقیقات و نتائج فکر کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔
- قرآن و حدیث میں تعلق، خلافت الہی، بلاغت و معانی، شعروادب اور قدیم علوم و فنون کی توفیق و سہ سے متعلق مولانا فراہی کے خیالات کا تقدیر جائزہ اور ان کی نگارشات کا تعارف ملتا ہے۔

صفحات: ۹۷۲ (اضمیمت کی عدد کا درویشن طلبا ہمت قیمت ۱۵۰ روپے)

۱۔ دائرہ حمید، مدرسۃ الإصلاح، سرائی، اعظم گڑھ (یو۔ پی)

۲۔ ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ

۱۱۰